نفع کی شرعی حد

ڈاکٹر حافظ محمد اسلم[1]
ماجد نواز ملک[2]

Abstruct

Human have a natural instinct and tendency to seek profit. Being Prepared for any hard work without it is an afterthought .Offend a glimpse Islamic rules and its features to fulfill the aspiration of acquisition .Has advocated certain dimensions of oppression and deception.e.g,purchase commodities out of the city through stock picked commercial convince and the specialist citizen trader selling the goods to the villagers at cheap prices and the principles to supply and demand is explained and all the cases in which supply and demand are raised by artificial crises is described , while the Fatwa of Saudi Arabic permanent fatwa committee is also included in the international fatwa center.

Keywords:Human,Natural,Islamic Rules, Saudi Arabic.

حصولِ نفع انسانی فطرتی جذبہ

فطرتِ انسانی کا ایک جبلّتی جذبہ یہ ہے کہ وہ کاروبار میں محنت و جدّوجہد کرتا ہے، اس لیے ہے کہ اسے نفع کی خاطر خواہ مقدار حاصل ہو اور وہ اس کے لیے ہر قسم کی کدّوکاوش کرتا ہے۔ نفع ہی اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ کیسے ہی حالات کیوں نہ پیدا ہو جائیں اِس نے جہدِ مسلسل کو ترک نہیں کرنا اور نفع ہی ہے جو کاروبار کی ترقی کی ضمانت ہے۔ اگر نفع کا حصول ہی متعذر ہو جائے تو انسان کاروبار بھی ترک کر دے۔ اسلام نے فطرت انسانیہ کی تکمیل کرتے ہوئے اسے نفع

[1] * اسسٹنٹ پروفیسر، وزٹنگ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
[2] ** ریسرچ سکالر ایم فل، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد کشمیر

کمانے کی اجازت عطا کر رکھی ہے اور انسان کے لیے چند حدود و قیود کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں چند حدود بھی مقرر کی ہیں مثلاً

ا۔ شریعت مطہرہ نے حلال و حرام کے جو شرعی اصول متعین فرما دیے ہیں ان میں کمی و بیشی یا خلاف ورزی کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ دھوکا، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی اور احتکار کو ذریعۂ نفع نہ بنایا جائے۔

۲۔ خریدار کی احتیاج مندی یا اضطراری حالت سے بے جا فائدہ نہ حاصل کیا جائے۔

۳۔ اجارہ داری کو بھی منافع حصول بنانا نا جائز ہے۔

اسلام کا تصور منافع یہ ہے کہ آدمی صرف اتنا منافع لے کہ جو حدِ جواز میں ہے۔ حقوق العباد کی پامالی کے ذریعے حاصل کیا جانے والا نفع کسی طور جائز نہیں۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کم نفع پر زیادہ سے زیادہ مال فروخت کر دیا جائے ۔اسلام کا نظام معیشت فطرتی جبلتوں اور تقاضوں سے اس لیے بھی ہم آہنگ ہے کہ یہ تمام تر مشکلات جو معاشی میدان کے نشیب و فرازی میں ان کا حل صرف اسلام کے پاس ہے۔ علاوہ ازیں یہ نظام تجربے کی کسوٹی پر پرکھنے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ یہ کسی ماہر اقتصادیات یا معاشیات کی دماغ سوزی کا نہ تو نتیجہ ہے اور نہ ہی محتاجِ نظر اور نہ ہی محتاجِ ستائش ہے۔ یہ تو وہ نظام فطرت ہے کہ جسے قسّام ازل نے اپنے بندوں کے لیے ترتیب دیا ہے اور مصطفیٰ کریم ﷺ نے اقوامِ عالم کے سامنے راہ نجات کے طور پر پیش کیا ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾[1]

"اور تو اس (دولت) میں سے جو اللہ نے تجھے دے رکھی ہے آخرت کا گھر طلب کر، اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ نہ بھول اور تو (لوگوں سے ویسا ہی) احسان کر جیسا احسان اللہ نے تجھ سے فرمایا ہے اور ملک میں (ظلم، ارتکاز اور

---

1 سورۃ القصص ۲۸:۷

استحصال کی صورت میں) فساد انگیزی (کی راہیں) تلاش نہ کر، بیشک اللہ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

اسلام کی معاشیات کا نظام اپنی جملہ خصوصیات سمیت انسانی فلاح و بہبود کا ضامن ہونے کے علاوہ عالمی طبائع، فکر رسا اور قلوب و اذہان کو حبِّ خداوندی سے معمور کرتا ہے اور خوفِ خدا وہ رمق ہے جو استحصال نسلِ انسانی کا سبب بنتی ہے، اس سے محفوظ کر دیتا ہے اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے جو انسانیت کی بھلائی کا سبب ہے۔ رحمت دارین ﷺ کا اسوۂ حسنہ اِس پر شاہد ہے:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ سَعِّرْ فَقَالَ بَلْ اَدْعُو ثُمَّ جَائَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ سَعِّرْ فَقَالَ بَلْ اللهُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ وَإِنِّي لَاَرْجُو اَنْ اَلْقَى اللهَ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ عِنْدِي مَظْلَمَةٌ.[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم (اشیاء) نرخ مقرر فرما دیجیے۔ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ دعا کروں گا، پھر ایک شخص نے آکر عرض کی: یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! بھاؤ مقرر فرما دیجیے۔ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ گھٹاتا اور بڑھاتا ہے اور میں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں کہ میں نے کسی پر بھی زیادتی نہ کی ہو۔"

عن اَنَسٍ قَالَ النَّاسُ يَا رَسُولَ اللهِ غَلَا السِّعْرُ فَسَعِّرْ لَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: إِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَإِنِّي لَاَرْجُو اَنْ اَلْقَى اللهَ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ.[2]

---

1 احمد بن حنبل، المسند (موسسۃ قرطبۃ، مصر، ۲۰۱۰م)، ۲/ ۳۳۷، حدیث: ۸۴۲۹

2 السجستانی، سلیمان بن اشعث، ابو داؤد، السنن (دار الفکر، بیروت، ۲۰۱۱م)، ۳/ ۲۷۲

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاؤ بہت چڑھ گئے ہیں لہٰذا ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیجیے۔ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نرخ مقرر کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، وہی رزق کی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور میں یہ تمنا رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کسی کا مجھ سے مطالبہ نہ ہو، جانی یا مالی زیادتی کا۔"

ناجائز منافع خوری کی حرمت

اسلام کا نظام معیشت واقتصاد ایک مکمل نظام کسب و معاش ہے جس میں جائز دنیاوی منافع کو "فضل" اور "خیر" کہا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے کسبِ حلال کو حُصولِ رزق کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسلامی قوانین کی رو سے ذخیرہ اندوزی سے مصنوعی قلت پیدا کرنا، گھٹیا مال کو اعلیٰ بنا کر فروخت کرنا، ملاوٹ کرنا، فروختِ مال کے وقت قسمیں کھانا ،وزن، ناپ اور تول میں کمی کرنا اور بھی دیگر برائیوں سے رکنے کا نہ صرف حکم دیا ہے بلکہ باز پُرس کا عندیہ دیتے ہوئے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اسی طرح اسلامی شریعت نے خرید و فروخت کے نظام ہائے متعارفہ میں نفع کی حدود بندی نہیں ہے کہ کس قدر جائز اور کس قدر ناجائز ہے۔ تاہم اسلامی نظام معیشت حکومتِ وقت کو پابند معیار ضرور کرتا ہے کہ وہ منصفانہ منافع کا تعیّن یقینی بنائے تاکہ ناجائز منافع خوری کا سدِّباب کیا جاسکے۔

جب اسلام اسے حاکمِ وقت کی منصفانہ صوابدید پر چھوڑ رہا ہے تو کسی فردِ واحد کو ذاتی حیثیت کے ساتھ بازار کی عمومی متعارفِ قیمت سے زیادہ وصول کرنا اور لوگوں کی مجبوری و لاعلمی سے فائدہ اٹھانا ناجائز منافع خور کہلاتا ہے۔ اس سے بچنا از حد و بس ضروری ہے۔

اسلامی اصول برائے طلب و رسد

اسلام نے نفع کی شرح متعین کرنے کے بجائے اسے بازار میں شئ کی مانگ اور فروخت پر چھوڑ دیا ہے کہ بازار کے حالات اور گاہک کی ذمہ داری پر چھوڑ دیا جائے۔ اسلام نے جو فلسفہ معیشت پیش فرمایا ہے اس کے مطابق نفع کی مقدار یا قیمتوں کا تعین شعوری طور پر ترک کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے بازار کے نرخ بسبب مہنگائی کے مقرر کرنے کی

عرضداشت پیش کی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[1] درحقیقت مال میں تنگی ووسعت اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے اور وہی قیمتوں کا تعین فرماتا ہے۔ اس سے یہ اصول وضع ہو گیا کہ عمومی حالات میں جب مصنوعی طلب ورسد کا دباؤ نہ ہو تو قدرتی طور پر جو نرخ طے ہو گا وہی عادلانہ ہو گا۔ علاوہ ازیں یہ بھی زمینی حقیقت ہے کہ کوئی تاجر اگر زیادہ نرخ لگاتا بھی ہے تو شئ اسی وقت فروخت ہو گی جب کوئی اس نرخ پر خریداری کے لیے تیار بھی ہو گا اور زیادہ سے زیادہ ایک دو گاہکوں کو نرخ کے معاملے میں دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ لیکن مستقل دھوکہ دہی کے ساتھ کاروبار چلانا ممکن نہیں۔ کیوں کہ ایسے تو لوگ فوراً یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں تاجر ناجائز منافع خور ہے۔ تو لوگ اس کے پاس خریداری سے گریز کرتے ہیں۔ ایسے تاجر کے لیے بازار میں گزارا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہو گا کہ عموماً بازار میں ناجائز منافع خوری کے سبب کاروبار چلانا دشوار گزار ہے۔ اس لیے شریعت نے اس معاملہ کو بالخصوص نفع کی تعیین کو گاہک کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے اور جب مکمل مقابلے کی فضا برپا ہو تو اسے طلب ورسد کا اصول کہا جاتا ہے۔ غور طلب بحث تو یہ ہے کہ وہ کون سی صورت ہے کہ جس میں مقابلے کا عذر باقی نہیں رہتا۔ شرعی ہدایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث میں جس اجارہ داری سے بشدت منع کر دیا گیا ہے اس اجارہ داری کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ کبھی یہ ایک تاجر کی اور کبھی ایک کمپنی کی جو ہو سکتی ہے۔ مثلاً پورے ملک میں چینی کے کاروبار پر ایک خاندان کا قبضہ ہے یا پورا ملک اپنی ایندھن کی ضرورت ایک سرمایہ دار یا ایک کمپنی سے حاصل کر رہا ہے۔ اس صورت میں وہ جب چاہیں رسد کا بحران پیدا کر دیں اور قیمتوں میں اضافہ ہو جائے۔ لیکن یہ عمل دو تین کمپنیاں ملی بھگت اور ذہنی مفاہمت سے کرتی ہیں کہ ہم سب مل کر قیمت کو اس درجہ سے نیچے نہیں جانے دیں گے۔ بظاہر کاروباری مسابقت میں شریک کمپنیاں نورا کشتی کھیلتی ہیں۔ علاوہ ازیں شریعت نے مصنوعی قلت یعنی ذخیرہ اندوزی حرام قرار دی ہے جو کہ رسد کی مصنوعی قلت کا مظہر ہے۔ بنابریں ہی اشیاء کی قیمتیں بلند ہوتی جاتی ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے

من احتكرفهوخاطئ-[2]

"ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔"

---

[1] السجستانی، السنن، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، حدیث:۳۴۵۱

[2] التبریزی، ولی الدین بن عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۰۸ء)، ۲/۲۶

اس کے علاوہ احادیث میں تجارتی قافلوں کے بازار میں پہنچنے سے پہلے ان کے مال خریدنے اور دیہاتی زمینداروں کی فصل کو شہری کی اپنے گودام میں ذخیرہ کرکے بتدریج فروخت سے منع کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ معروف مروّج نظامِ معیشت میں دخل اندازی ہے اور منفی سرگرمیوں میں ملوث اراکین تجارت نرخوں پر اثرانداز ہوتے رہیں گے تو وہ تمام ترصورتیں جن میں رسد و طلب کا بحران پیدا کرکے قیمتیں بڑھائی جاسکتی ہیں وہ مجملہ ممنوع ہیں۔ اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اسی حکمت کے پیشِ نظر مصنوعی طور پر یہ قیمتوں میں اضافے کے سامنے کس قدر رکاوٹیں کھڑی کردی ہیں۔

جب بازار میں کسی سامان کا ریٹ معروف اور معلوم ہو تو تاجر کے لیے خریدار کو دھوکہ دے کر خریدار کي جہالت اور ریٹ سے ناعلمي کا فائدہ اٹھاتے ہوئے معروف ریٹ سے زیادہ قیمت میں چیز فروخت کرنا جائز نہیں اس کي دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوي صلي اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے:

رسول کریم صلي اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن أبي هريرة قال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال" لا تلقوا الجلب فمن تلقى فاشترى منه فإذا أتى سيد ها السوق فهو بالخيار.[1]

"تم باہر سے آنے والے سامان کے قافلہ کو نہ ملو، جو کوئی بھي اسے ملے اور اس مال کو مالک سے خرید لے اور فروخت کرنے والا جب مارکیٹ میں آئے تو اسے اختیار ہے)یعني وہ اس سودے کو باقي رکھے یا پھر ختم کردے۔"

الجلب: اس سامان کو کو کہتے ہیں جو بیرون شہر سے بازار میں لایا جائے۔ حدیث میں سید سے مراد باہر سے مال لے کر آنے والا تاجر ہے، اور شارع نے بازار میں آنے کے بعد اسے اختیار دیا ہے کہ وہ بازار کی حدود سے باہر خریداري کرنے والے کے معاہدے کو باقی رکھے یا پھر اسے فسخ کردے، اس لیے کہ مارکیٹ سے باہر ملنے والا یقیناً تاجر کو دھوکہ دیتا ہے اور بازار کے نرخ سے کم ریٹ دے کر خرید کرلیتا ہے، لہٰذا جب معاملہ واقع میں بھی ایسا ہی ہو تو تاجر کو اختیار ہے کہ وہ اس سودے

[1] القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء)، حدیث: ۲۸۲۳

کو بر قرار رکھے یا پھر توڑ دے، اور حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان تجار سے بازار کے باہر ملنے سے منع فرمایاہے کیونکہ ایسا کرنے میں انہیں دھوکہ دے کر مارکیٹ کے ریٹ سے کم نرخ میں خرید کی جاتی ہے۔

حدِ نفع کے تقرر پر مستقل فتویٰ کمیٹی سعودی عرب کا فتویٰ

مستقل فتویٰ کمیٹی سعودی عرب سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

کیا اسلام نے نفع کی کوئی حدود مقرر کی ہیں؟ اگر کی ہیں تو زیادہ سے زیادہ کیا حدود ہیں؟

کمیٹی نے اس سوال کے جواب میں یہ فتویٰ دیا:

تجارت میں نفع کي کوئي حد مقرر نہیں بلکہ یہ حالات اور مانگ (یعني زیادہ اور کم مانگ) پر منحصر ہے، لیکن مسلمان چاہے وہ تاجر ہو یا کوئي اور اس کے لیے بہتر اور اچھا یہ ہے کہ وہ خرید وفروخت کے معاملہ میں آساني اور سھل پسندي کا مظاہرہ کرے، اور اس میں کسي کي غفلت سے فائدہ اٹھاکر اسے خرید وفروخت میں دھوکہ نہ دے، بلکہ اس میں اسلامي اخوت وبھائي چارہ کے حق کو مد نظر رکھے.([1])

کمیٹی سے یہ بھی پوچھا گیا کہ کیا تاجر دس فیصد سے زیادہ منافع لے سکتا ہے؟

کمیٹی کا جواب تھا:

شرعا تو تاجر کا نفع غیر محدود ہے، اس میں کوئي تناسب نہیں، لیکن مسلمان کے لیے خریدار کو دھوکہ دینا جائز نہیں کہ وہ اسے مارکیٹ کے ریٹ کے علاوہ دوسرے ریٹ میں کوئي چیز فروخت کرے، اور مسلمان کے لیے مشروع ہے کہ وہ نفع میں زیادتي نہ کرے بلکہ جب وہ خرید وفروخت کرے تو اس میں آساني پیدا کرے کیونکہ رسول کریم صلي اللہ علیہ وسلم نے معاملات میں آساني کرنے پر ابھارا ہے۔[2]

---

6 فتاوي اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء ۱۳ / ۹۱

7 فتاوي اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء ۱۳ / ۹۲

اسلام نے جب نفع کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے تو سمجھ لیا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ہے اور یہ اس کی رحمت پر موقوف ہے جب چاہے رزق فراخ فرمادے اور جب چاہے اس کو تنگ فرمادے۔ اس کی مرضی ہے کہ کبھی ۱۰٪ نفع دے اور کبھی اس سے زیادہ عطا فرمادے اور یوں کوئی چیز کم بھاؤ میں خرید لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تاجر کی خریداری کے وقت شئ کی قیمت زیادہ تھی مگر بیچتے وقت گر گئی۔

ہاں البتہ اگر سامان اور اس کی تشہیر اسی تاجر سے خاص ہو تو پھر اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ لوگوں سے بہت زیادہ نفع لے کیونکہ اس صورت میں یہ بیع المضطر جیسا ہو گا کیونکہ جب لوگوں کو جس چیز کی ضرورت ہو اور وہ صرف ایک ہی مقررہ شخص کے پاس موجود ہو تو لوگ اسی سے خریدیں گے خواہ اس کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، تو اس صورت میں حکومت اور اربابِ اختیار کو دخل کر کے قیمت مقرر کرنا چاہیے اور مناسب نفع کا مقرر کر دینا چاہیے کہ جو اس مقدار میں اتنا کم بھی نہ ہو کہ اسے نقصان پہنچے اور نہ اس قدر زیادہ ہو کہ دوسروں کو نقصان پہنچادے، اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کا تعین کرنے کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے جس قیمت کے مقرر کرنے کے لیے حکمران مجبور ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا تعلق سیاست حسنہ سے ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ۔"

"صرف خطاکار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔"[1]

خطاکار وہ ہے جو جان بوجھ کر جرم کرے اور اگر وہ غلطی کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو تو واجب ہے کہ حکمرانوں کے واسطہ سے اس کی اصلاح کی جائے کہ جب کوئی انسان کسی شئ کی ذخیرہ اندوزی کرے، سامان کسی اور کے پاس موجود نہ ہو اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہو تو حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ جواب طلبی کریں اور نفع کی ایک ایسی مقدار مقرر کر دیں جس سے تاجر کو بھی نقصان نہ ہو اور گاہک کو بھی فائدہ ہو۔

2۔ اگر قیمتوں میں زیادتی کسی جبر کا نتیجہ نہ ہو بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو کہ کسی چیز کی کمی کی گئی ہو یا اس کا کوئی اور ایسا سبب ہو جو معاشی حالات پر اثر انداز ہوا ہو تو ایسی صورت میں قیمت مقرر کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ یہ کسی ایسے شخص

---

8 القشیری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات، حدیث: ۱۶۰۵

کے ظلم کا علاج نہیں جس نے نرخ بڑھا دیا ہو اور پھر سب معاملات تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب مدینہ میں قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا اور لوگوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! قیمت مقرر فرما دیجئے! تو آپ نے فرمایا:

ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، واني لارجو ان القي الله وليس احد منكم يطالني بمظلمة في دم ولا مال-[1]

"بے شک وہ اللہ ہی نرخ مقرر فرمانے والا ہے جو کم کر دینے والا، بڑھا دینے والا اور رزق عطا فرمانے والا ہے، اور مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کروں گا کہ کوئی مجھ سے خون یا مال کے ظلم کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نرخ مقرر کرنے سے انکار فرما دیا تھا کیونکہ یہ مہنگائی لوگوں کی طرف سے مصنوعی طور پر پیدا کردہ نہیں تھی۔

نرخ مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں

اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ نرخ مقرر کرنے کی دو صورتیں ہیں

(1) کہ اگر یہ ظلم کے ازالہ کے لیے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(2) اور اگر یہ خود ظلم ہو یعنی اگر مہنگائی کسی انسان کے ظلم کی وجہ سے نہ ہو تو پھر نرخ مقرر کرنا بجائے خود ظلم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو گا۔

تجارت میں امانتداری کی انوکھی مثال:

نبی اکرم ﷺ نے نفع کی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ دیانتدار اور خیر خواہ لوگ تیار کیے، جو ہر طرح کے ناجائز اور نامناسب منافع سے گریز کرتے تھے۔ اور از خود شئی کی مناسب قیمت ادا کر دیتے اور خرید و فروخت میں کسی قسم کا دھوکہ اور فراڈ نہیں کرتے تھے۔ اگر شئی بیچنے والا تجارت کے معاملات میں زیادہ ماہر نہ ہوتا، یا کسی مجبوری کی وجہ سے اپنی

---

[1] السجستانی، السنن، کتاب البیوع، باب في التسعير، حدیث:۳۴۵۱

شئ فروخت کر رہاہو تاتو خریدار اس کی اس صورت حال سے ہر گز ناجائز فائدہ نہ اُٹھاتا بلکہ اس کی شئ کی اصل ویلیو اور وقعت کے مطابق ثمن ادا کرتا۔

قرون اولی کے مسلمانوں کی زندگی اور سیرت و کردار اس طرح کی مثالوں سے معمور ہے۔ یہاں بطور مثال صرف ایک صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ "يوسف هذه الامة "(اس امت کے یوسف) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔[1] کی سیرت سے انکی امانتداری اور خیر خواہی کی جھلک پیش کرتا ہوں۔

چیز کو فروخت کرتے وقت اس کا عیب بیان کرتے:

> "حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جب کوئی چیز فروخت کرتے تو اس کے تمام تر عیب اور خامیاں بیان کر دیتے اور پھر خریدار سے فرماتے کہ اب تجھے اختیار ہے چاہو تو خرید لو اور چاہو تو چھوڑ دو۔ اس پر آپ سے عرض کی گئی کہ جناب اگر آپ ایسے ہی کرتے رہے تو کوئی بھی تجارتی سودا اور معاملہ طے نہیں پائے گا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے اہل اسلام کی خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہوئی ہے۔[2]"

گویا کہ آپ نے اپنے کردار سے اس خیر خواہی کے عہد و پیمان کا عملی ثبوت دیا۔

چیز کو خریدنے کے بعد اس کی قیمت زیادہ ادا کرتے:

آپ رضی اللہ عنہ کا انوکھا طریقہ تھا کہ جب آپ کوئی چیز خریدتے تو خریدنے کے بعد اگر اس چیز کی زیادہ عمدگی ظاہر ہوتی تو آپ مالک کو اس کی اضافی قیمت ادا کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے بھیجا تو وہ تین سو درہم سے بہت عمدہ گھوڑا خرید کر لایا، تو جب آپ نے دیکھا تو فرمایا: یہ گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ قیمت کا مستحق

---

[1] ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۲)، ۲/ ۲۶۵

[2] الجزری، محمد بن اثیر، جامع الاصول فی احادیث الرسول (مکتبہ دار البیان، ۱۳۸۹ھ)، حدیث: ۸۴۶۶

ہے۔ لہٰذا آپ اس کے مالک کے پاس گئے اور ایک سو درہم اسے اور دے کر آئے، پھر جب اس گھوڑے پر سواری کی اور اسے مزید دیکھا بھالا تو وہ اور زیادہ اچھا اور عمدہ محسوس کیا تو اس کے مالک کے پاس گئے اور ایک سو درہم مزید دے دیئے ،اور ایسے ہی کرتے کرتے تین سو درہم سے آٹھ سو درہم تک پہنچ گئے۔ جو گھوڑا مالک کی رضامندی سے تین سو درہم میں خریدا اس کی عمدگی کے پیش نظر بغیر مالک کے مطالبہ کے آٹھ سو درہم ادا کیا۔

جب لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اہل اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کرر کھی ہے۔([1])

لہٰذا مجھے اس بیعت کا پورا پورا احساس ہے اور میں نے اس بیعت کے پیش نظر اہل اسلام کی خیر خواہی کرنی ہے اس میں اگرچہ مجھے بظاہر نقصان ہی اُٹھانا پڑے۔

جب دین اسلام سب کا سب خیر خواہی کا دین ہے تو اس کے ماننے والوں کو چاہیے کہ صرف اپنی خیر خواہی میں نہ لگے رہیں بلکہ سارے مسلمانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کو پیش نظر رکھیں اور کسی قسم کے نامناسب منافع سے گریز کریں۔

نتائج

امید ہے کہ مذکورہ الصدر سطور کے پڑھنے سے قاری کو حصول نفع کے بارے میں بقدر ضرورت اسلامی نقطۂ نظر سے آگاہی حاصل ہو جائے گی جو کہ مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

1۔ قرآن وسنت کی نصوص میں تجارتی معاملات میں حصول نفع کی کوئی مقدار معین نہیں کی گئی۔

2۔ نفع کی مقدار کو معین نہ کرنا کسی غفلت وجہالت کی وجہ نہیں ہے، بلکہ اپنے پیروکاروں کی سہولت اور فائدہ کی خاطر ہے ۔

3۔ یہ اصول عام، متوازن اور معتدل حالات میں لاگو ہوگا، اگر معاشرہ میں کسی مملکت کے اندر کوئی فرد یا گروہ ملک کے باشندوں سے ظالمانہ نفع خوری یا ملک کے باسیوں کا استحصال کرنے کے درپے ہو جائے تو حکومت وقت پر تاجر اور گاہک دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے قیمتوں کا متعین کرنا لازم ہے۔

---

[1] ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)، ص:۲۲۰

4۔ اور جہاں اور جس وقت کوئی اسلام کی منع کردہ خرید وفروخت کی صورت، دھوکہ دہی، سود خوری، رشوت، ملاوٹ اور کرپشن کی کوئی بھی نوع رواج پانے لگے تو حکومت پر روک تھام کے لئے ٹھوس اقدام کرنالازم ہے۔

سفارشات:

1۔ ہمارے ملک میں قیمتوں کے حوالہ سے حالات متوازن نہیں ہیں، ملک کئی بحرانوں کا شکار ہے، جن سے حکومت وقت بڑی دلیری سے مقابلہ کررہی ہے، ان حالات میں حکومت کیطرف سے نہ صرف قیمتوں کا معین کرناضروری ہے، بلکہ تعین کرکے ان پر عمل درآمد کرانااس سے زیادہ ضروری ہے، ہمارے ہاں حال یہ ہے کہ 2روپے فی لیٹر پیٹرول کی قیمت بڑھے تو 100،50، روپیہ فی کس گاڑیوں کے کرائے بڑھ جاتے ہیں۔ اور 10، 20روپے ہر چیز کی قیمت بڑجاتی ہے۔ اس کی روک تھام کی اشد ضرورت ہے۔

2۔ بعض پس ماندہ علاقوں میں دکانیں یابازار کم ہونے کی وجہ سے وہاں کے تاجر لوگوں کا استحصال کرتے ہیں، اور من مانے داموں اشیاء فروخت کرتے ہیں، اور لوگوں واضطراری حالت میں چاروناچار انہی سے مہنگے داموں اشیاء خریدناپڑتی ہیں۔ اس صورت حال کانوٹس لینا بھی ضروری ہے۔

خلاصہ بحث

انسان زندگی میں جو محنت اور کوشش کرتا ہے، اس کے پیچھے کسی نہ کسی منفعت کے حصول کا جذبہ ضرور ہوتا ہے۔ خصوصاً انسانی معاشرہ میں تجارتی معاملات تو کلی طور پر نفع کمانے اور حصول زر کے لئے انجام پاتے ہیں۔ اور آئے روز خرید و فروخت میں نفع کمائی کے رجحان کو عروج ہی ملتا جارہا ہے۔ اور میرے وطن کی تو ہر صبح اور ہر شام ہی کوئی نہ کوئی مہنگائی کا مژدہ سنانے کی عادی ہے۔ ایسے میں میرے ذھن و خیال میں بھی آیا اور بعض دوستوں نے استفسار بھی کیا کہ ہماری شریعت اور ہمارادین خرید وفروخت کے معاملہ میں حصول نفع کے بارے میں کیارہنمائی فرماتا ہے۔ اس نتیجہ میں اختصار کے طور پر مندرجہ ذیل کچھ معلومات جمع کی ہیں:

نفع حاصل کرنے کی خواہش انسان کا ایک طبعی جذبہ اور رجحان ہے، جس کے بغیر کسی بھی محنت ومشقت کے لئے تیار ہونا بعید از قیاس ہے۔ حصول زر کی تمنا کو پورا کرنے کے لئے اسلامی قواعد وآداب اور اس کی خصوصیات کی ایک جھلک پیش کی ہے۔ ظلم وجبر اور دھوکہ دھی سے نفع خوری کی بعض جہتوں کی عقدہ کشائی کی ہے: مثلاً ذخیرہ اندوزی، تجارتی قافلوں سے

شہر سے باہر مل کر اجناس کو خریدنا او ماہر شہری تاجر کا ناواقف دیہاتی سے اشیاء کو سستے داموں خرید وفروخت کر مہنگے داموں بیچنا وغیرہ اور طلب ورسد کے اصول کی وضاحت کی ہے،اور تمام ایسی سے سورتیں جن میں رسد وطلب کا مصنوعی بحران پیدا کر کے قیمتیں بڑھائی جاتی ہیں کا بیان ہے ،جبکہ فتویٰ کے بین الاقوامی مراکز میں سے سعودی عرب کی مستقل فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ بھی موضوع کے حوالہ سے شامل کیا گیاہے۔اور آخر میں ایک عظیم القدر صحابی رسول(صلی اللہ علیہ والہ وسلم)کے عملی کردار کا نمونہ پیش کیاہے۔